میر سیّد علی ھمدانی رح کے حضور علامہ اقبالؒ کے گلہای عقیدت پر ایک مقدمہ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Allama Muhammad Iqbal is a counted among welknown philospher of the 20th century.He is known as Hakim-ul-Ummat.Iqbal has payed his humage to the Mir Syed Ali Hamdani in his Famous book "Javaid Nama" in the form of a Poem.In this Article Various Aspects of the Personality of Mir Syed Ali Hamdani are discussed in the Perspective of Iqbals thoughts expressed in the Persian Verses.

سیّد علی ہمدانیؒ سے ملاقات کا پس منظر:

جاویدنامہ میں اقبالؒ جب اپنے خیالی سفر کی رُوداد بیان کرتے ہوئے فلک زحل کے مناظر کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ یہاں پر اُن کی ملاقات حضرت سیّد علی ہمدانیؒ سے ہوتی ہے۔ ملاقات کے اِس مقام کا پس منظر نہایت ہولناک ہے۔ فلک زحل کو ستارہ شناس نحس بتاتے ہیں۔ اقبالؒ نے اسے دوزخ یا اس کا ملحقہ منطقہ بتایا ہے۔ رومیؒ اس فلک کے نحس ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی حرکت میں جمود ہے اور نیکی وہاں بدی بن جاتی ہے اور اس پر قدم رکھنا محال ہے۔ گُرز لیے ہوئے فرشتے یہاں روز ''الست'' سے قہر خدا تقسیم کر رہے ہیں۔ فرشتے اس فلک کو دُرّے لگاتے ہیں اور جامد کیے ہوئے ہیں۔ اس منحوس مقام پر ایسی روحیں آتی ہیں۔ جن کو جلانے سے دوزخ کو بھی نفرت ہے۔

اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہاں جو دیکھا وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس کے خوف سے جسم، روح سے بیخبر ہوجاتا ہے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ خون سے بھرا ایک سمندر ہے اور اس کے اندر بھی طوفان اور اس کی فضا میں سانپ ایسے تھے جیسے سمندر میں مگرمچھ ہوتے ہیں۔ اس سمندر کی موجیں چیتوں کی سی درندہ تھیں۔ اسی مقام پر ہی اقبالؒ اور اُن کے روحانی مرشد رومیؒ روحِ ہند کو دیکھتے ہیں جو کہ ایک حسین اور خوش لباس حور کی صورت

میں مجسم ہے وہ نالہ وفریاد کر رہی ہے کہ اہل ہند جذبہ حُب الوطنی سے بے بہرہ ہیں۔ وہ رسوم و قیود میں جکڑے ہوئے ہیں اور ملّی غیرت اور خودی سے عاری ہیں۔(۱)

اِس وحشتناک مقام پر اقبال کو ایک خونیں سمندر اور ایک کشتی نظر آتی ہے جس میں ملک کے دو مشہور غدّار جعفرِ بنگال اور صادقِ دکن سوار ہیں جنہیں دوزخ نے بھی قبول نہیں کیا اور اُنہیں موت بھی نہیں آتی۔ دونوں کو شدید عذاب میں دکھلایا گیا ہے۔ منظر نہایت ہولناک اور عبرت انگیز ہے۔ سرحدِ افلاک سے پرے مشہور جرمن فلسفی نطشے سے ملاقات ہوتی ہے جسے علامہ نے اپنے دور کا منصور کہا ہے۔ جنت الفردوس میں شرف النسا بیگم کا عالی شان قصر نظر آتا ہے۔ یہ شرف النسا نواب بہادر خان کی بیٹی اور نواب عبدالصمد کی پوتی تھی جو شاہ عالم اور فرخ سیر کے عہد میں پنجاب کے گورنر رہے ہیں۔(۲)

اِس مقام پر اقبال کو وحشتناک صورت حال سے نکالنے کے لیے اُن کے روحانی مرشد مولانا رومیؒ اپنے مرید کو سنبھالتے ہیں اور فرماتے ہیں، بیٹا جو کچھ دیکھ رہے ہو اُسے چھوڑ اور آگے گزر جا:

گفت رومی آنچہ می آید نگر
دل مدہ با آنچہ بگذشت ای پسر(۳)

اس کے بعد جنّت الفردوس میں ہی اقبالؒ کی ملاقات میر سیّد علی ہمدانیؒ سے ہوتی ہے اور وہ اُن کے حضور درج ذیل الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

سیّد السادات، سالارِ عجم
دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم
تا غزالی درس اللہ ہُو گرفت
ذکر و فکر از دودمانِ او گرفت
مرشد آن کشور مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطّہ را آن شاہِ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مرد، ایرانِ صغیر
با ہنرہای غریب و دلپذیر
یک نگاہ او گشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بہ دل راہی بدہ(۴)

اِس منظومے کے چند اہم نکات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

سیّدالسادات:

سیّد موصوف کا نام نامی مسلّمہ طور پر علی ہے۔ آپ کشمیر میں امیر کبیر، میر اور شاہ ہمدان کے القاب سے مشہور ہیں، آپ کو مرید، علی ثانی کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

توجیہہ القاب:

۱۔امیر کبیر: سیّد کے والد ماجد سیّد شہاب الدین ہمدان کے حاکم اور امیر تھے، باپ کی مناسبت سے آپ کو بھی امیر کہتے تھے، آپ کے ممتاز اور ارفع مقام ومنزلت کی بدولت سیّد کو امیر کبیر کہا گیا۔ سادات کو احتراماً بھی میر، امیر اور میرزا کہتے ہیں(۵)۔ اسی نسبت سے سیّد علی ہمدانیؒ امیر کبیر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۲۔علی ثانی: آپ کا یہ لقب ابتدائی اور اہم سوانح حیات ''خلاصۃ المناقب'' میں نہیں ہے، لیکن بعد میں اسی نام سے شہرت ہوئی اس کی وجہ یقیناً آپ کی سیادت، روحانی کمالات اور نام کی مناسبت ہی ہے۔ آپ کے ماہ ولادت کی مماثلت بھی تھی، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ماہِ رجب میں پیدا ہوئے اور شاہ ہمدانؒ کا ماہ تولد بھی رجب المرجب تھا۔ رسالہ مستورات میں علی ثانی کی توضیح یہ کی گئی ہے کہ سیّد علی ہمدانیؒ اپنی سیاحت کے دوران شیخ ابوسعید حبشی سے ملے اور ان سے خرقہ بھی حاصل کیا تھا۔ شیخ ابوسعیدؒ نے رؤیائے صادقہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اسی خواب میں حضور سرور کائناتؐ نے شیخ کو بشارت دی کہ وہ بہت جلد علی ہمدانیؒ سے ملیں گے، پھر موصوف کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

''وہ (علی ہمدانی) میری اولاد میں سے ہوگا۔ پھر ارشاد کیا: اگر میں موجود نہ ہوا تو علی بن ابی طالب ہوں گے اور اگر وہ بھی نہ ہوئے تو تو مشارٌ الیہ ہوگا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! پس وہ کب ہوگا؟ فرمایا: میری ہجرت کے ۷۱۳ سال بعد عراق کے شہر ہمدان میں وہ ستارہ طلوع ہوگا، میں نے گذارش کی: یارسول اللہؐ! میری آنکھوں کے نور، اللہ کے نبیؐ، اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا: علی ہمدانی۔ حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دُعا کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے دُعا قبول فرمائی۔ جب مریدوں نے یہ واقعہ سنا تو وہ شاہ ہمدان کو علی ثانی کہنے لگے۔ اس لقب کی وجہ جو کچھ بھی ہو یہ سیّد کی غیر معمولی روحانی وجاہت اور عوام کی بے پناہ عقیدت کا مظہر ہے۔(۶)

۳۔شاہ ہمدان: سیّد کا یہ لقب پہلے کشمیر اور پھر برّصغیر پاک و ہند میں مشہور ہوا اس وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سرزمین پاک و ہند میں نہ صرف سیّد کو شاہ کہتے ہیں بلکہ غیر سیّد صوفیہ کو احتراماً شاہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ سیّد کا وطن مالوف ہمدان تھا اس لیے آپ کو ''شاہِ ہمدان'' کہا گیا۔(۷)

سرزمین ہندوستان اور کشمیر میں اِن تمام القاب کی موجودگی میں اقبالؒ نے حضرت علی ہمدانیؒ کو ''سیّدالسادات'' کے لقب سے یاد کیا ہے جو کسی اور تذکرے یا کتاب میں مذکور نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اقبالؒ نے یہ لقب آپ کے نسب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پسند کیا ہے۔ سیّد علی ہمدانیؒ، حضرت امام زین العابدینؒ کی اولاد

سے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سیّد شہاب الدین تھا۔ آپ کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:

''سیّد علی ہمدانیؒ بن سیّد شہاب الدین بن محمد بن علی بن یوسف بن شرف بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن حسین بن جعفر الحجہ بن عبداللہ زاہد بن الحسن بن علی زین العابدین بن حسین الشہید الذکی بن علی الوصی الرضی السخی۔(۸)

معمارِ اُمم:

علامہ اقبالؒ نے سیّد السادات علی ہمدانیؒ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں معمارِ اُمم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ وضاحت کے لیے حضرت سیّد علی ہمدانیؒ کی ایرانی قوم کے علاوہ دیگر اقوام کے لیے خدمات کی تفصیل ملاحظہ ہوں:

وادیٔ کشمیر میں جن اولیائے کرام نے اسلامی تعلیمات کو رواج دیا ان میں سرِ فہرست سیّد علی ہمدانیؒ المعروف بہ شاہ ہمدان ہیں۔ آپ، نہ صرف یہ کہ اسلام کے مخلص اور جان نثار مبلغ تھے بلکہ ایک عظیم مجاہد، زبردست عارف، جہاں بین زاہد اور پُر عزم مومن تھے جن کی نگاہِ عرفان سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی تھی، ہمدان کے علاوہ ختلان اور کشمیر میں آپ نے تعلیماتِ اسلامیہ کے مرکز قائم کیے۔ خطۂ مینو نظیر کشمیر میں دین و ثقافت اور تہذیب و تمدن میں آپ کے دم قدم سے حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی مساعی سے اہلِ کشمیر کے دلوں میں ایمان اس طرح راسخ ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوّت بھی اسے متزلزل نہ کر سکی۔ یہ وہ کارِ جلیل تھا جسے دنیا کے عظیم بادشاہوں کی عظمت و سطوت بھی اتنے کم عرصہ میں سرانجام نہ دے سکی(۹)۔

اسی فیاض شخص نے وادی جموں و کشمیر کو علم، صنعت و حرفت، تہذیب و تمدن اور دین اسلامی کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ خوشنما اور دل فریب ہنر و فن رائج کر کے انہوں نے وادی کو ''ایرانِ صغیر'' کے لقب کا سزاوار کیا۔ حضرت شاہ ہمدانؒ میں پیدا ہوئے ان کے آباؤ اجداد طبقہ حکام سے تعلق رکھتے تھے مگر شاہ صاحب نے فقر کو ترجیح دی، شاہ موصوف بہت بڑے سیّاح تھے۔ انہوں نے اکثر اسلامی ممالک کی سیر کی اور 12 حج بھی کیے۔ امیر تیمور کے دور اقتدار میں وہ تاجکستان کے علاقے ختلان (موجودہ نام کولاب) اور اس کے گردنواح میں تبلیغ کرتے رہے مگر حق کی پاداش میں ۷۷۴ھ میں انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔ وہ اسی سال سرینگر (کشمیر) آئے۔ انہوں نے سلطان قطب الدین اور سلطان شہاب شاہمیری کے زمانے میں یہاں بے نظیر خدمات انجام دیں۔ ان کے ساتھ صدہا ایرانی مہاجر بھی کشمیر آئے۔ انہوں نے شال بافی اور دیگر دست کاریوں کو ترقی دی۔ شاہ ہمدان نے وادی جموں و کشمیر، گلگت، بلتستان اور نواحی علاقوں میں ہزارہا لوگوں کو دعوت دی اور وہ اسلام لے آئے۔(۱۰)

اس زمانہ میں جبکہ ذرائع آمد و رفت محدود تھے، راستے خطرناک اور غیر محفوظ تھے۔ سیّد علی ہمدانیؒ کا اقصائے عالم کا تین بار سفر حیرت انگیز ہے اگرچہ آپ کا پوری دنیا کا سفر محلِ نظر ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ایک بہت بڑے سیاح تھے اگر ابن بطوطہ کی مانند آپ سفر کی یادداشت بطور روزنامچہ محفوظ رکھتے تو وہ یقیناً

اس زمانے کے بارے میں بیش بہا معلومات کا گرانقدر ذخیرہ ہوتا مگر آپ کا مقصد صرف رہ سلوک طے کرنا، وعظ، تبلیغ اور مخلوق کی راہنمائی تھی، اس لیے آپ درویشانہ انداز سے چلے تھے اور خلاصة المناقب میں اسی درویشانہ سفر کی جھلکیاں ملتی ہیں(۱۱)۔ خلاصة المناقب کی حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے اسفار کے دوران مزدقان، ختلان، بلخ، بدخشان، ختا، یزد، شام و بغداد، حجاز، روم، ماوراالنہر میں کئی بار گئے، مذکورہ بالا کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت کبھی سفر حج سے لوٹے ہیں، کبھی مسجد روم میں معتکف ہیں۔ کبھی شام و بغداد کے شہروں میں جلوہ فگن ہیں۔ کبھی یزد کے بازار میں رونق افروز ہیں۔ کبھی ماوراالنہر میں ان کا چرچا ہے۔ تو کبھی سراندیپ (لنکا) میں جلوہ نما ہیں۔ (۱۲)

مندرجہ ذیل مختلف واقعات آپ کے سفر کے بارے میں ملتے ہیں:

۱۔ سراندیپ (لنکا) میں شاہ ہمدانؒ، حضرت آدمؑ کے نقشِ پا کی زیارت کو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ حضرت حوّاؑ سے جدا ہوکر اسی پہاڑی پر اُترے تھے، آپ کے قدم مبارک پہاڑ کے اندر دھنس گئے تھے اور نشان بن گئے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک کم گہرا دریا بھی تھا جس سے بڑے پتھر نکلے ہوئے تھے انہیں پلِ آدم کہتے تھے، اس کا راستہ بہت کٹھن اور دشوار گذار تھا، پہاڑ پر چڑھنے کے لیے دس زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں جب اوپر کی زنجیروں سے نیچے دیکھتے تو گرنے کا خطرہ لاحق ہوتا، دستور تھا کہ زائر پہاڑ پر تین دن قیام کرتا تھا۔ اس اقامت کے دوران شاہ ہمدانؒ کو خاص حضور و کشف ہوا، فرماتے ہیں صبح کے وقت ایک ''واقعہ'' دیکھا کہ بہت سے مشائخ کبار سیّد سے ملنے کو جمع ہیں، ان میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ بھی تھے، اُنھوں نے وصیّت کی کہ اذکار میں سے سب سے افضل ذکر یہ ہے: سبحان اللہ والحمدللہ وبحمدہٖ و سبحان العظیم و بحمدہٖ واستغفراللہ۔

آپ مریدوں کو ہمیشہ یہی ذکر تلقین کرتے تھے۔ (۱۳)

سراندیپ میں حضرت آدمؑ کا ایک نقش قدم تھا دوسرا نشان بقول ابن بطوطہ شہر زیتون (چین) میں لے گئے تھے، شاہ ہمدانؒ وہاں بھی زیارت کے لیے گئے۔ گویا اس طرح چین میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔

۲۔ آپ امام علی رضاؒ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے مشہد آئے، آدھی رات کو ''واقعہ'' میں دیکھا کہ حضرت امام مرقد مطہرہ سے برآمد ہوئے ایک جماعت آگے آگے جارہی تھی، علی ہمدانیؒ احتراماً کھڑے ہوئے، امام عالی مقام نے ردائے مبارک اتاری اور سیّد کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا: بیعت کر، انہوں نے بیعت کی اور امام نے ذکر کی تلقین کی، جب علی ہمدانیؒ بیدار ہوئے تو اہلِ دیار آئے، بیعت کی اور اکثر مرید بنے۔

کچھ عرصہ مرقد مبارک پر توقف کے بعد سیّد نے جانا چاہا تو عالم خواب میں امام رضاؒ کی زیارت ہوئی اُنہوں نے اذنِ سفر دیا اور سیّد دوبارہ سیاحت کے لیے روانہ ہوئے۔

۳۔ ایک بار سیّد ہمدانیؒ نے شیخ محمود مزدقانیؒ کی معیّت میں طوس کا سفر کیا۔

۴۔ فرنگستان کے کسی علاقہ میں گئے اور وہاں کچھ عیسائیوں کو مسلمان کیا۔

۵۔ ایک بار فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد پورے ملک عرب کی سیاحت کی۔

۶۔ برصغیر پاک و ہند، ترکستان اور لداخ گئے۔

۷۔ خلاصۃ المناقب میں ہے کہ سیّد ہمدانیؒ ایک بار موسم سرما میں دیارِ روم کی ایک مسجد میں مقیم تھے، ہوا بہت سرد تھی اور سیّد غسل کرنے سے کوتاہی محسوس کر رہے تھے کہ جذبۂ غیرت طاری ہوا، عہد کیا کہ چالیس روز تک آبِ یخ سے غسل کرونگا، چنانچہ مسجد میں ایک بھاری پتھر تھا، اُٹھایا اس سے یخ بستہ کو توڑا اور غسل کیا حالانکہ لباس میں خرقہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ چالیس روز اسی طرح کرتے رہے۔ رسالہ مستورات میں ہے کہ اکتالیسویں شب خواب دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد کرتے ہیں کہ اتنی مشقت برداشت کرنا مناسب نہیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو غسل کی خواہش نہ تھی۔(۱۴)

بعدازاں وہاں سے بدخشان آئے، چار چلّے کاٹے اور سیاحتِ عالم کو چل پڑے۔

۸۔ رسالہ مستورات میں اردبیل جانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۹۔ اورادِفتحیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے اثنائے سفر میں جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ حضورؐ علی ہمدانیؒ کی طرف تشریف لا رہے ہیں، سیّد اُٹھے، آگے بڑھے اور سلام کیا، سرکار رسالت مآبؐ نے آستین مبارک سے ایک خردہ نکالا اور فرمایا: ''خذ ھذہ الفتحیہ'' جب کھولا تو دیکھا وہ ''اورادفتحیہ'' تھے۔

۱۰۔ قپچاق اور جبل القاف کے سفر میں سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ آپ کے ہمراہ تھے۔

۱۱۔ اسی سفر کے دوران آپ اسفرائن میں شیخ اذکائیؒ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے۔

۱۲۔ ۷۴۱ہجری میں کشمیر پہنچے، اور ماتا ہر سونی کے مکان پر قیام کیا۔

۱۳۔ ایک بار ایک منزل میں قیام کیا، دیکھا کہ ایک حجرہ مقفّل ہے، سیّد نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا مقامی باشندوں نے جواب دیا کہ اس حجرہ میں جو بھی شب باش ہو، صبح اس کا جنازہ برآمد ہوتا ہے مگر سیّد نے اصرار سے کھلوایا۔ جب آدھی رات گذری، دروازہ کھلا، ایک کنیز ہاتھ میں شمع لیے داخل ہوئی، اس کے پیچھے ایک نہایت حسین عورت تھی اس نے سیّد کی طرف پیش قدمی کی حتّٰی کہ بالشت بھر کا فاصلہ رہ گیا۔ سیّد نے چشمِ غیرت سے دیکھا تو ایک آواز کے ساتھ وہ جسم تحلیل ہو کر ناپدید ہو گیا۔ صبح لوگ سیّد کو صحیح سلامت دیکھ کر متعجب بھی ہوئے اور گرویدہ بھی، ان کے اسی اعتقاد کی بدولت سیّد وہاں سے کوچ کر گئے۔(۱۵)

۱۴۔ ایک بار سیّد علی ہمدانیؒ کشتی میں سوار تھے کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی، تختہ پر تیرتے ہوئے ایک کنارے پر پہنچے وہاں سے تین ماہ کی مسافت کے بعد ایسے علاقہ میں گئے جہاں کھانے پینے کی چیزیں ملیں۔

۱۵۔ ایک کشتی میں سوار تھے کہ اچانک ملاّح مضطرب ہوا، پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا کہ

اب اس طرف جا رہے ہیں کہ جہاں پر دریا میں ایسی مخلوق ہے کہ جن کے سر کوّے کی مانند ہیں اور ان کے ہاتھوں کوئی کشتی سلامت نہیں رہتی۔ سیّد علی ہمدانیؒ نے کشتی بان سے بہت کہا کہ خوف نہ کر، اللہ ہمارا حافظ و ناصر ہے۔ لیکن ملاّح قدموں میں گر پڑا اور نذر ماننے لگا، حتیٰ کہ کشی کے تمام لوگ حزن و ملال کا اظہار کر رہے تھے، لیکن ''زاغ سر'' باہر بھی نہ نکلے اور کشتی سلامتی سے گذر گئی۔(۱۶)

۱۶۔ ایک روز چوبیس فرسنگ بغیر خورد و نوش سفر کیا۔

۱۷۔ حاجیوں کی معیّت میں ایک بار اٹھائیس روز بلا اکل و شرب سفر کیا، اٹھائیس دِن کے بعد کھانے کی تمنّا ہوئی، جناب سیادت مآبؒ کے پاس کچھ نہ تھا، کاسہ اٹھائے چند خیموں میں گئے اچانک ایک عزیز نے التماس قبول کی مگر نفس منفعل تھا اس لیے فرطِ غیرت سے سیّد کارواں کے پیچھے چلے، راستہ میں ایک کنواں دیکھا، پانی کے لیے کوئی برتن نہ تھا، جناب سیادت مآبؒ کنوئیں میں اُترے، بہت سا پانی پیا، کچھ دیر کنوئیں میں توقف کیا کیونکہ کنواں گہرا ہونے کی وجہ سے باہر نکلنا آسان نہ تھا، اچانک دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر پر کوئی آیا اور اپنی دستار دی کہ اس کا ایک کنارہ پکڑ کر باہر نکلوں، باہر آنے پر پوچھنا چاہا کہ آپ کون ہیں مگر وہ چلے گئے۔ جناب سیادت مآبؒ روانہ ہوئے اور قافلے سے مل گئے۔ اہلِ کارواں حیران تھے کہ آپ کس طرح اعراب سے محفوظ و مامون پہنچ گئے، چونکہ ان کے درمیان اپنی شخصیّت کی وجہ سے معروف ہوگئے تھے اس لیے اکثر رات قافلے کے ساتھ نہیں گذارتے تھے۔(۱۷)

۱۸۔ جناب سیادت مآبؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حج کے لیے گیا، یزد پہنچنے تک تمام سرمایہ مستحقین پر صرف کر دیا، اچانک ایک زنِ صالحہ آئی اور دو ہزار نقرئی دینار پیش کئے اور کہا یہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے ہے۔ میں نے پوچھا کیسے؟

جواب دیا کہ میں نے یہ رقم حج کے لیے جمع کی تھی مگر حضورؐ نے خواب میں فرمایا کہ یہ میرے فرزند علی ہمدانیؒ کو دے دو۔ چنانچہ ایک سال سے میں مسافروں کی تفتیش کر رہی تھی کہ اب لقائے مبارک سے مشرف ہوئی۔

فرماتے ہیں اس رقم کو مصرف میں لاتے ہوئے میں بغداد پہنچا اس سال مکہ معظّمہ نہ جاسکا۔ بغداد سے ہوتے ہوئے شام گئے، وہاں سے روانگی پر تین اونٹ آب ونان سے بار کئے اور دو اونٹوں پر دیگر اشیائے ضرورت رکھیں، قافلے والے متعجب تھے کہ سیّد کھاتے کم ہیں مگر زادِراہ زیادہ لیا ہے۔ حالانکہ چودہ دنوں میں ہم آبادی میں پہنچ جائیں گے لیکن قافلہ ابھی چند روز ہی چلا تھا کہ راستہ بھُول گیا، چند روز اِدھر اُدھر قیام کیا حتیٰ کہ سب کا سامان ختم ہوا، اب مجھ سے طلب کر رہے تھے اس سامان خورد و نوش کو صرف کرتے ہوئے ہم شام پہنچے، نہایت تنگ دستی کا عالم تھا۔ زن صالحہ کی عطا کردہ پونجی سے ہم طعام حاصل کرتے اور محتاجوں میں تقسیم کرتے تھے، حتیٰ کہ حج کیا اور پھر خطۂ ختلان میں پہنچ گئے۔(۱۸)

خلاصۃ المناقب میں مندرج واقعات سے ہویدا ہے کہ حضرت کئی کئی دن متواتر کوہ وصحرا،

دشت و دریا میں رواں دواں رہے اکثر بے آب و گیاہ چٹیل میدانوں میں بلا آب وغذا چلتے رہے، غربا پروری کی وجہ سے سامان خورد ونوش ختم ہوجایا کرتا تھا۔ ریاضت وعبادت کے اشتیاق میں کاروان سے پیچھے رہ جایا کرتے تھے۔ پہاڑوں اور غاروں میں جنّات وشیاطین کا سامنا ہوا۔صحراؤں میں غولِ بیابانی سے مقابلہ ہوا۔ موجوں کے بے پناہ تھپیڑوں سے کشتی ٹوٹ گئی۔ ساتھی کی حماقت سے تکلیف پہنچی۔ اس کے باوجود شاہ ہمدانؒ ہمیں ہر جگہ مطمئن نظر آتے ہیں اور ان کا قلب مطمئنہ اللہ کے سوا ہر قسم کے خوف وہراس سے نا آشنا ہے۔مومنِ صادق،عرفانِ الٰہی سے کس طرح گوہرِ شاہوار بنتا ہے۔سیّدعلی ہمدانیؒ کی زندگی اس کی بہترین ترجمان ہے، سفر ہو یا قیام آپ ہر جگہ توکلِ الٰہی اور ایمانِ کامل کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں(۱۹)۔ اِسی لیے اقبال نے آپ کو''معمارامم'' کے لقب سے ملقب کیا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے تمام اسلامی مما لک کی سیاحت کی ہوگی۔فتوحات کبرویہ میں ہے کہ اسلامی دنیا کے مختلف مقامات کی سیر کی۔مگر سراندیپ، ختا، چین اور ایک فرنگی ملک کی سیر کا ذکر یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسلامی دنیا سے باہر بھی تشریف فرما ہوئے۔ وہ تمام بلادِ جہان، جہاں آپ نے قدم رنجہ فرمایا اور ان کا ذکر مختلف تذکروں میں مل سکا، اُنہیں مدِّنظر رکھتے ہوئے تفصیل پیش کی گئی ہے۔(۲۰)

اپنے اس طولانی سفر میں شاہ ہمدانؒ نے ایک ہزار چار سو اولیاء سے روحانی افاضہ واستفاضہ کیا، جن میں سے چار سو اولیاء کی صحبت سے صغرسنی میں ایک ہی دن شرفیاب ہوئے تھے۔ سیّد نے فقط خود ہی استفادہ نہیں کیا بلکہ عوام اور طلابِ حق کی رہنمائی بھی کی اکثر مقامات پر مرید بھی بنائے، ایک فرنگی ملک (جس کا نام نہیں بتلایا) میں کچھ نصاریٰ کو مشرف بہ اسلام کیا، مشہد میں کچھ طالبوں کو حلقۂ مریدی میں شامل کیا۔ اس طرح جہاں بھی گئے حتی الامکان آوازۂ حق بلند کرتے گئے۔(۲۱)

امام غزالیؒ سے کسبِ فیض:

اقبالؒ نے سیّد ہمدانؒ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ آپؒ نے حضرت امام غزالیؒ جیسی قدآور ہستیوں اور اُن کے اخلاف سے کسبِ فیض کیا ہے:

تا غزالی درسِ اللہ ہُو گرفت
ذکر و فکر از دو مان او گرفت(۲۲)

حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن احمد طوسی کنیت ابوحامد اور لقب حجۃ الاسلام، سلجوقی دور کا بہت بڑا عالم اور مفکر اور فقہ، حکمت اور علم کلام میں اپنے عہد کا مشہور استاد تھا۔ ان کے والد بہت دیندار آدمی تھے، ان کا پیشہ کپڑا بننا تھا، اسی نسبت سے انہیں غزالی کہا جاتا ہے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ امام الحرمین ابوالمعالی جوینی سے علومِ

متداولہ حاصل کیے۔ امام الحرمین کی وفات تک ان کی خدمت میں رہے۔ بعد میں نیشاپور گئے۔ ۳۵ سال کی عمر میں مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۴ سال کے بعد تدریس چھوڑ کر تصوف اختیار کر لیا۔ دس سال کی سیر وسلوک کے بعد طوس واپس آگئے۔ بعدازاں مدرسۂ نظامیہ نیشاپور میں تعلیم دینا شروع کی۔ اس کے بعد طوس میں خانقاہ بنوائی اور گوشہ نشین ہوگئے۔ عوام کی رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔ فقہا نے کفر کے فتوے دیئے۔ مشہور تصانیف: کیمیائے سعادت، احیاء العلوم والدین اور تہافتہ الفلاسفہ ہیں۔(۲۳)

علامہ اقبالؒ نے زیرِ نظر نذرانۂ عقیدت میں حجتہ الاسلام محمد غزالیؒ اور اُن کے اخلاف کو حضرت سیّد علی ہمدانیؒ کا روحانی پیشوا قرار دیا ہے۔ سیّد ہمدان نے اپنے اِس امام سے علم اور حکمت کا درس لیا اور انہیں اوزاروں سے کئی قومیں تعمیر کیں۔ اِسی بنا پر اقبالؒ نے حضرت علی ہمدانیؒ کو معمارِ اُمم قرار دیا ہے۔

مشیرِ سلاطین:

شاہ ہمدانؒ اپنے زمانہ کے سلاطین و حکام کے مشیر ومشاور تھے چنانچہ ہمدان سے کشمیر تک، سوائے امیر تیمور کے تمام بادشاہ و امراء آپ کا احترام اور تعظیم کرتے تھے، بعض حکام نے شروع میں آپ کو ایذاء دی مگر بعد میں تلافی کر لی، ان میں اکثر و بیشتر حکام آپ کے ارادتمند بھی تھے، بعض حکام مرید بھی تھے مگر یہ کسی ماخذ و تحریر میں نہیں ملتا کہ سیّد کی چشم سیری نے دنیاوی مال و دولت کی طلب کی ہو یا آپ نے کبھی کسی سے ہدیہ، فتوح یا وظیفہ کی طلب ہو۔ آپ بلند نظر عارف تھے جن کا مقصد صرف معاشرہ کی اصلاح تھا۔ ملک وملت کے خورد و بزرگ، امیر وغریب اور صغیر و کبیر کو سدھارنا آپ کا مشن تھا۔ ہمدان ہو یا بلخ وختلان، کشمیر ہو یا مشہد و اردبیل آپ کی توجہ کا مرکز سلاطین و امراء تھے۔ آپ نہایت حق گوئی و بیبا کی سے پند وموعظت کرتے تھے، آپ یہ سمجھتے تھے کہ حاکم طبقہ کی اصطلاح عوام کی نسبت زیادہ ضروری ہے کیونکہ:

''النّاس علیٰ دین مُلو کھم'' لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔(۲۴)

آپ کی تصانیف ذخیرۃ الملوک، عقبات، مرأۃ التائبین اور مجموعہ مکاتیب وغیرہ اس امر کی شاہد ہیں کہ سیّد حکمران طبقہ کو عدل و انصاف، حق پرستی، خداخوفی، عوام دوستی اور رفاہِ عامہ کے کاموں کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ رمزِ شاہی دست درازی ظلم وتعدّی اور ستم وغضب نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ، رحم وکرم، دلسوزی وغریب پروری ہے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے سیّد کے متعلق جاوید نامہ میں کہا ہے:

مرشدِ معنی نگاہان بودہ ای
محرمِ اسرار شاہان بودہ ای(۲۵)

ان بادشاہوں کو آپ بنفسِ نفیس پند وموعظت کرتے تھے یا پھر ان کے نام خطوط میں ان کی توجہ اس طرف دلاتے تھے۔ آپ کے مجموعۂ مکاتیب میں کُنہڑ کے حاکم طغانشاہ، پکھلی کے والی

سلطان علی الدین، ہرات کے حاکم سلطان غیاث الدین اور کشمیر کے حاکم سلطان قطب الدین کے نام آپ کے مراسلات موجود ہیں، ان کے طرزِ تخاطب سے آئینِ حق گوئی و بے باکی آشکار ہے، آپ نے بغیر کسی لگی لپٹی کے صاف اور واضح الفاظ میں بادشاہوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔ آپ اُنہیں لکھتے ہیں کہ بادشاہ ملّت کا راعی ہوتا ہے اور ہر راعی روز قیامت اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔

آپ نے سلطان قطب الدین کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ آخرت میں بادشاہوں سے اولین سوال عدل و انصاف کے بارے میں ہوگا۔ کاروبار دنیا تو سہل ہے لیکن کارِ آخرت مشکل و دشوار ہے کہ اس دن کا خوف و ہیبت اس قدر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سا باپ اپنے فرزند مثل اسمٰعیلؑ کی پرداخت نہ کر سکے گا تو عوام الناس کی کیفیّت کیا ہوگی۔ یاد رکھو کہ رعایا میں سے بزرگ لوگ تیرے لیے باپ کی مانند گرامی ہیں، ان سے اولاد کی مانند حسن سلوک کرو۔ ان کے بچوں کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا اظہار کرو۔ ظالموں کی بیخ کنی، مظلوموں کی فریاد رسی اور اعانت اور فاجروں کی اصلاح حاکم کے اہم فرائض ہیں۔ نیز اسے خود بھی حرام و فسق سے احتراز کرنا چاہیے۔

پکھلی کے حاکموں سے آپ کے خاصے مراسم تھے۔ طغانشاہ نے شاہ ہمدانؒ سے التماس کی تھی کہ پکھلی کے علاقہ میں عوام کی دینی و اخلاقی رہنمائی کریں اور انہیں شرعی احکام کی تعلیم دیں۔ بلخ کے حاکم محمد شاہ سے بھی آپ کے بڑے اچھے روابط تھے۔ کشمیر کے حاکم و امراء آپ کی عظمت کے گرویدہ تھے۔

شاہ ہمدانؒ نے اپنی اکثر نگارشات یا تو حاکمانِ وقت کی نصیحت کے لیے رقم کیں یا ان کی فرمائش پر تحریر کیں، چنانچہ ذخیرۃ الملوک بعض حاکموں اور بادشاہوں کی فرمائش پر لکھی۔ اسی طرح رسالہ بہرامشاہیہ بلخ و بدخشان کے حاکم کی نصیحت و موعظت کے لیے لکھا۔ یہ بظاہر ایک خط ہے جو شاہ ہمدان نے بلخ و بدخشان کے حاکم سلطان محمد بہرامشاہ بن سلطان خان کے نام تحریر کیا ہے۔ رسالہ عقبات، حاکم کشمیر سلطان قطب الدین کے نام مرقوم کیا۔ اسی طرح رسالہ موچلکہ بھی ایک امیر کے نام ہے۔ بدخشاں کے حاکم محمد سیّد موصوف کے فرمان سے بہت سے رفاہ عامہ کے قابلِ قدر کام سرانجام دیئے۔ اس نے رسالہ وارداتِ امیریہ کی تلخیص کی اور صبح کو اس کا وِرد اس کا معمول تھا۔(۲۶)

اکثر و بیشتر حاکم آپ کے استقبال کے لیے آتے تھے چنانچہ جب کشمیر میں آپ اپنے سات سو ہمراہیوں سمیت پہنچے تو ان دنوں سلطان شہاب الدین لڑائی میں مصروف تھا لیکن اس کا ولی عہد قطب الدین آپ کے استقبال کے لیے آیا۔ اسی طرح جب آپ اردبیل پہنچے تو وہاں کا حاکم بھی استقبال کے لیے پہنچا اور پوری تعظیم و تکریم سے اپنے گھر لے گیا۔ نذرانے پیش کئے اور آپ پر درہم نچھاور کیے۔ اُس دیندار حاکم نے گذارش کی کہ میں تمام عمر اس تشویش میں مبتلا رہا کہ آیا میں اہلِ بہشت میں سے ہوں یا اہلِ دوزخ میں سے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بہشتی ہے۔ پوچھا، آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب میں حضرت جنید بغدادیؒ کے مرقد کی زیارت کے لیے گیا تو ہمیں حکم ہوا کہ اردبیل جاؤ اور وہاں کے حاکم سے کہو کہ تم اہلِ

بہشت میں سے ہوتا کہ اُسے تسلی خاطر ہو۔(۲۷)

اختتامیہ:

جاویدنامہ میں علامہ اقبالؒ نے اپنے افلاک کے خیالی سفر میں جس مقام پر سیّدالسادات حضرت علی ہمدانیؒ کی زیارت کی روداد بیان کی ہے اُسے وقت ہندوستان کی مسلمان قوم، فلک زُحل کے منحوس اثرات کا شکار تھی اور غدّارانِ وطن کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے قوم ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ اس مرحلے اور مقام پر یہ ملاقات نہایت معنی خیز معلوم ہوتی ہے۔ اقبالؒ کے روحانی مرشد مولانا رومیؒ دراصل اپنے مرید کو سیّد علی ہمدانیؒ کی صورت میں ایک رول ماڈل دینے چاہتے تھے جو درحقیقت ''معمارِ اُمم'' اور ''سالارِ عجم'' تھے، جنہوں نے علم و حکمت کا سبق حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ سے پڑھ رکھا تھا۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے رول ماڈل، سالارِ عجم حضرت علی ہمدانیؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی بیمار قوم کا علاج خودی اور بیخودی کے مجرّب نُسخے سے کیا۔ آج ہم جو آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں، یہ اُن کی مساعی جمیلہ کا ثمر ہے۔ لیکن! آج بھی پاکستانی قوم فلکِ زحل کے منحوس اثرات کا شکار ہے اور دہشت گردوں کی احمقانہ سوچ اور ہولناک کارروائیوں کی وجہ خُون میں لت پت ہے۔ قوم آج بھی کسی سالارِ عجم اور حکیم الامت کی راہ دیکھ رہی ہے جو ہمیں اِن مشکل حالات سے باہر نکالے۔ راقم الحروف آرمی پبلک اسکول پشاور کے سانحے کے ایک سال پورا ہونے پر اِس حقیر کاوش کو علم کے متلاشی معصوم شہیدوں اور اُن کے اساتذہ کے نام کرتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ اصغر علی میاں، ڈاکٹر؛ جاویدنامہ (ایک مختصر جائزہ)؛ (میرپور آزاد کشمیر ۲۰۰۸ء) ص ۱۴۸تا۱۴۹

۲۔ ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر؛ عکسِ جاوید؛ ص ۴۵-۴۶؛ بزمِ اقبال لاہور ۱۹۹۳ء

۳۔ اقبال لاہوری، مولانا؛ کلیاتِ اشعار فارسی؛ ص ۳۵۸؛ انتشارات سنائی تہران ۱۳۷۳خ

۴۔ ایضاً

۵۔ دائرۃ المعارف آیانا؛ ج ۳، ص ۸۹۴؛ کابل ۱۳۲۸ق (بحوالہ اشرف ظفر، سیّدہ)

۶۔ اشرف ظفر، ڈاکٹر سیّدہ؛ امیر کبیر سیّد علی ہمدانیؒ؛ (ندوۃ المصنفین سمن آباد، لاہور، ۱۹۷۲ء) ص ۱۱-۱۲

۷۔ ایضاً؛ ص ۱۳

۸۔ ایضاً؛ ص ۱۶-۱۷

۹۔ ایضاً؛ ص ۳

۱۰۔ اصغر علی میاں، ایضاً؛ ص ۱۶۵
۱۱۔ اشرف ظفر، سیّدہ؛ ایضاً؛ ص ۴۳
۱۲۔ نورالدین جعفر بدخشی؛ خلاصة المناقب؛ برگ ۹۲ الف (بحوالہ مقالہ تحقیقی دانشگاہ پنجاب لاہور)
۱۳۔ اشرف ظفر، سیّدہ؛ ایضاً؛ ص ۴۴ تا ۴۶
۱۴۔ نورالدین جعفر بدخشی، ایضاً؛ برگ ۷۲ الف
۱۵۔ ایضاً؛ برگ ۸۶ ب
۱۶۔ ایضاً؛ برگ ۹۰ ب
۱۷۔ ایضاً؛ برگ ۹۳ ب
۱۸۔ ایضاً؛ برگ ۹۴ ب
۱۹۔ اشرف ظفر، سیّدہ؛ ایضاً؛ ص ۵۰ تا ۵۲
۲۰۔ ایضاً؛ ص ۵۱
۲۱۔ ایضاً؛ ص ۵۲
۲۲۔ اقبال لاہوری؛ ایضاً
۲۳۔ ظہیر احمد صدیقی؛ ایضاً؛ ص ۲۵۹
۲۴۔ اشرف ظفر، سیّدہ؛ ایضاً؛ ص ۱۱۶
۲۵۔ ایضاً؛ ص ۱۱۷
۲۶۔ ایضاً؛ ص ۱۲۰
۲۷۔ ایضاً؛ ص ۱۲۱

مآخذ:

۱۔ اشرف ظفر، ڈاکٹر، سیّدہ، امیر کبیر سید علی ہمدانی، لاہور: سمن آباد ندوۃ المصنفین، ۱۹۷۲ء۔
۲۔ اصغر علی میاں، ڈاکٹر، جاوید نامہ ایک مختصر جائزہ، آزاد کشمیر میرپور، ۲۰۰۸ء۔
۳۔ اقبال لاہوری، مولانا، کلیات اشعار فارسی، تہران: انتشارات سنائی، ۱۳۷۳ ہجری۔
۴۔ بدخشی، نورالدین جعفر، خلاصة المناقب، برگ ۹۲ الف، بحوالہ مقالہ تحقیقی دانشگاہ پنجاب لاہور۔
۵۔ ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر، عکسِ جاوید، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۹۳ء۔

☆☆☆